اسلامی تصوف میں مختلف نظریات کی آمیزش اور عصر حاضر میں صوفیانہ اندازکا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of fusion of different ideologies in Islamic Sufism and Sufi styles in contemporary times

DOI: 10.5281/zenodo.7332518

یاسر حسین*
ڈاکٹر حافظ غلام انور پنھور الازہری**

Abstract

Regarding Sufism in Islamic history, we find two groups, firstly, Ahle Sunnah Sufis, secondly, the Esoteric, in Islamic history, the Esoteric always tried to emerge under the guise of Sufism.

Sufism has passed through different periods like other arts such as the science of interpretation, the science of hadith, the science of jurisprudence, the science of history, etc. Just like in other fields, there were people who harmed their respective fields, similarly in Sufism, we see esoteric and Mu'tazili interpretations, themes are created, and divergent opinions are seen in jurisprudential materials. Historical debates, especially debates, show immoderations. There are similar issues with regard to Sufism, but here our purpose is not to discuss the art of Sufism, but to discuss the types of Sufism that have arisen in modern times. .

Sufism is specific form of Islamic mysticism that lays emphasis on introspection & spiritual closeness with Allah Almighty. Sufism considers the ultimate reality and can only realized. It Shariah on the hearts of those who feel it. In Islamic terminology inner knowledge is called Sufism and the person who is called sufi. Sufism is also ornamented with modern knowledge. Every institution imports know way of but difference ties on their way of teaching same like every Sufis aim &object is to introduce speared reality of Islam but difference ties in their way of preaching. In this article different style of Sufism will be discussed. In Sufism some Sufis speared Islam among through people harsh (Jalal) and some I soft way (Jamal). Although the fragrance of every flower of this garden is different but the objective is only &only to speared the fragrance of Islam.

Key Words: Sufism (Mysticism) objective Soft way (Jamal) of aggressive way (Jalal) with difference of Real Sufis &fake Sufis

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا خالق کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لیے انبیاء ورسل کے بعد کار نبوت کے لیے برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب کیا گیا۔ان میں صحابہ کرام سرفہرست ہیں۔ حضرات صحابہ کرام کے بعد علماء کرام، صوفیاء، متکلمین اور مجاہدین نے اپنے

*پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف، آزاد جموں وکشمیر
**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف، آزاد جموں وکشمیر

مخصوص انداز میں مخلوق کا تعلق خالق کے ساتھ قائم کرنے کی مخلصانہ کاوشیں کیں۔ یقیناً یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جس دعا کا فیضان ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مقصد نبوت وولایت کو سمجھنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ ان الفاظ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ"[1] (اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا ہے۔) کے ساتھ کیا۔

یہاں "یزکیھم" سے مراد تزکیہ نفس کرنے والی اس جماعت کا ذکر ہے جس نے نبوت کے فیضان سے تقویٰ وطہارت کا وہ مقام حاصل کیا کہ ان کا نام صفحہ ہستی میں صوفیائے کرام سے مشہور ہوا۔ پوری دنیا میں عمومی طور پر اور برصغیر میں خصوصاً اسلام کی اشاعت وترویج میں سب سے زیادہ متاثر کن دعوت صوفیائے کرام ہی کے حصے میں آئی۔ کیونکہ صوفیائے کرام نے سفینوں کی بجائے سینوں کو فتح کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ اور فتوحات کا مقصد اقتدار کی بجائے اقدار جیسا عظیم مقصد پیش نظر رکھا۔ اسلامی تعلیمات کی بنیادی تعلیم جو نبی محتشم ﷺ کی زندگی کے ابتدائی چالیس سالوں کے دوران نظر آتی ہے جس کی بنیاد صداقت اور امانت پر رکھی گئی۔ صوفیائے کرام نے اسی صداقت وامانت کے فیضِ نبوت کو اس انداز کے ساتھ اپنی عملی زندگیوں میں اپنایا کہ خالق و مخلوق دونوں کے ساتھ بیک وقت صدق وامانت کا تعلق رکھا۔ جس کے نتیجے میں اسلام یورپ کے کلیساؤں سے لے کر افریقہ کے بیابانوں تک اور عرب کے ریگستانوں سے لے کر ایشاء کے مرغزاروں تک پہنچ گیا۔

گزرتے وقت کے ساتھ اسلام کے ریاستی نظام کے زوال کے ساتھ ساتھ تصوف اور خانقاہی نظام بھی کہیں نہ کہیں زوال کا شکار ضرور رہاہے۔ اور اس زوال کے دور میں امت مسلمہ میں افراط و تفریط کے نظریات کے حاملین دو متشدد گروہ ظہور پذیر ہوئے۔ ایک گروہ طبقہ صوفیاء کی محبت میں اس حد تک افراط کا شکار ہوا کہ اس محبت سے اسلام کے بنیادی اصول وضوابط سے انحراف سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور دوسرا طبقہ تفریط میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ اللہ رب العزت کے دوستوں کی شان میں اور ان کے انداز تربیت میں بے ادبی سے دریغ نہ کیا۔ اسی افراط و تفریط کے نتیجے مزید دو گروہ ظاہر ہوئے، جن کا ذکر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں پیش کیا: " فقیر نے عوام میں ایک گروہ وہ دیکھا جو علم پر عمل کو فضیلت دیتاہے اور ایک جماعت دیکھی ہے جو عمل پر علم کو فوقیت رکھتی تھی اور درحقیقت یہ دونوں باطل پر تھے۔ اس لیے عمل کے بغیر علم کے عمل نہیں کیونکہ عمل، عمل جب جاناجاتاہے جب کہ اس کا علم ہو۔ عمل کنندہ جانے کہ اس عمل سے ہمیں ثواب یادرجہ ملے گا۔ جیسے نمازاور اسکی صحت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ نماز پڑھنے والا احکام طہارت کا علم حاصل نہ کرلے اور جب تک پانی کے پاک ہونے کا علم نہ ہو جائے وضو صحیح نہیں ہو سکتا۔"[2]

حقیقت یہ ہے کہ تصوف جس حقیقت کا نام ہے وہ حقیقت تو عین اسلام ہے۔ اس کا وجود بھی اسلام کے وجود کے ساتھ ساتھ موجود رہاہے۔ ابتداء اسلام میں اس کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا گیا، مثلاً زہد، سلوک، احسان وغیرہ۔

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ آج کل تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے، لیکن گذشتہ دور میں تصوف کی حقیقت تھی بغیر نام کے۔

اسلامی تصوف کے دو پہلو ہیں، ایک نظری اور ایک عملی۔ تصوف عملی درحقیقت سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی انتہائی خلوص کے ساتھ پیروی کا نام ہے اور تصوف نظری دراصل نہ صرف توحید پر صدق دل سے ایمان لانے، بلکہ علم الیقین کے ساتھ ساتھ عین الیقین اور حق الیقین بھی حاصل کرنے کی صورت ہے۔ حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو تصوف کی تعریف میں کہا تھا: " تصوف یکسو نگریستن ویکساں زیستن است" تو انہی دو پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا تھا۔[3]

عملی تصوف ایک لحاظ سے حضور پر نور شافع یوم النشور، فخر دوعالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے ظاہری پہلو یعنی نبوت سے متعلق ہے اور نظری تصوف آپ کی نبوت اقدس کے معنوی پہلو یعنی ولایت سے وابستہ ہے۔ دونوں ہی حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی ذات والا صفات کے نور اقدس سے عبارت ہیں۔ تصوف کا ایک رخ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اس رحمۃ اللعالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے نقش قدم سے وابستہ ہے جسے دشمن بھی صادق و امین مانتے تھے اور قرآن مجید فرقان حمید جس کے اسوہ حسنہ کی یوں گواہی دیتا ہے:

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"[4]

اور تصوف کا دوسرا رخ غار حرا "لی مع اللہ" اور "قاب قوسین" کا عکس ہے جس کی حقیقت کا آئینہ حقیقت محمدیہ "کنت کنزا مخفیا" اور "لولاک لما خلقت الافلاک" سے ضیاء حاصل کرتا ہے۔ تصوف عملی نے اخلاص فی العمل سے حقیقی پاکیزگی یعنی نفس قالب اور روح کا سامان پیدا کیا اور تصوف نظری نے اہل حق کے قلوب میں عشق حق اور عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے چراغ روشن کئے۔ یہ چراغ "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" اور "قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ" کی کرنوں سے منور ہیں۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ:

ارشاد ربانی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًاO[5]

"خاص بزرگان الٰہی وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں چھیڑیں تو وہ بجائے جواب کے ان کو کہہ دیتے ہیں کہ اچھا خوش رہو"۔

حقیقت حال یہ ہے کہ تصوف مذہب کی روح ہے۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

التصوف هو علم تعرف به احوال تزكيه النفوس وتصفية الاخلاق وتعمير الظاهر والباطن لنيل السعادة الابدية موضوعه التزكية والتصفية والتعمير وغايته نيل السعادة الابدية.

"یعنی تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس، تصفیۃ الاخلاق، تعمیر ظاہر و باطن کے احوال کا علم ہوتا ہے تاکہ سعادت ابدی حاصل کی جاسکے۔ اس کا موضوع بھی تزکیہ، تصفیہ اور تعمیر ظاہر و باطن ہے اور اس کی غایت و مقصد سعادت ابدی حاصل کرنا ہے"۔[6]

صوفیاء کرام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام غزالی "المنقذ من الضلال" میں فرماتے ہیں

انی علمت یقینا ان الصوفیة هم السالكون بطريق الله تعالیٰ خاصة و ان سيرتهم احسن السير و طريقهم اصوب الطرق و اخلاقهم ازكى الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء و حكم الحكماء و علم الواقفين علیٰ اسرار الشرع من العلماء ليغيروا شيئا من سيرهم و اخلاقهم و يبدلوه بما هو خير منه لم يجدوا اليه سبيلا فان جميع حركاتهم و سكناتهم فی ظاهرهم و باطنهم مقتبسة من نور مشكوٰة النبوة و ليس وراء نور النبوة علیٰ وجه الارض نور يستضاء به-

" مجھے یہ بات پورے یقین سے معلوم ہوئی کہ صوفیاء کرام ہی اللہ کے راستہ پر چلنے والے ہیں، ان کی سیرت تمام سیر توں سے بہتر ہے، ان کا طریقہ تمام طریقوں سے سیدھا ہے، ان کا اخلاق تمام لوگوں کے اخلاق سے زیادہ پاک ہے، بلکہ اگر تمام تمام عقلاء کی عقل کو اکٹھے کیا جائے، تمام حکماء کی حکمت کو جمع کیا جائے، علماء کے علم کو یکجا کیا جائے تاکہ صوفیاء کرام کے طریقہ کے متبادل کوئی طریقہ تلاش کیا جاسکے جو ان سے بہتر ہو تو لم یجدوا الیہ سبیلا یعنی اس طرح ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات ظاہری ہوں یا باطنی نبوت کے نور سے لی ہوئی ہیں اور پورے کرۂ ارض پر نور نبوت کے علاوہ کوئی ایسا نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔ "

تصوف دراصل وہ رہنما ہے جو سالک کو ہر آن باخبر رکھتا ہے کہ دیکھنا کہیں مقصود نگاہ سے او جھل نہ ہو جائے وہ ہدایت کرتا ہے کہ جب تو بارگاہِ خداوندی میں نماز کے لیے کھڑا ہو اور یہ دیکھے کہ قبلہ رو ہے یا نہیں، جائے نماز اور کپڑے پاک ہیں یا نہیں، تو اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ کہ تیرا تصور پاک ہے یا نہیں، دل مالک کائنات کی طرف ہے یا نہیں، غرض تصوف ہر ہر قدم پر سالک کو خبردار رکھتا ہے کہ مقصود اصلی خدائے ذوالجلال والاکرام کے خیال سے دل غافل نہ ہونے پائے، ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کے تلامذہ نے ان سے سوال کیا کہ آپ بشر حافی کے پاس کیوں جاتے ہیں وہ تو عالم و محدث نہیں ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ سے واقف ہوں مگر بشر اللہ سے واقف ہیں۔

اس حقیقت کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ فقیہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ، اے بندے اللہ کا نام لے، اور صوفی بھی یہی کہتا ہے کہ اللہ کا نام لے مگر اس طرح کہ وہ تیرے دل میں اتر جائے، یعنی صوفی کا کہنا یہ ہے کہ صرف زبان سے اللہ کا نام لینا کافی نہیں ہے، زبان کے ساتھ تیرا دل بھی ذاکر ہونا چاہیے، حاصل کلام یہ نکلا کہ تصوف یا احسان دل کی نگہبانی کا اصطلاحی نام ہے، حدیث جبرئیل میں "ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانّہ یراک" کا جملہ اسی دل کی نگہبانی کی انتہائی بلیغ اور پیغمبرانہ تعبیر ہے، امام العرفاء سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر جملے سے احسان یا تصوف کی پوری حقیقت بیان فرمادی ہے کیوں کہ راہِ تصوف کے تمام جہد و عمل، ذکر و فکر، محاسبہ و مراقبہ وغیرہ کا منشاء و مقصد یہی ہے کہ دل مشاہدہ و حضور کی متاعِ عزیز سے ہم کنار ہو جائے۔

تصوف کی مستند کتابوں مثلاً قوت القلوب از شیخ ابو طالب مکی، طبقات الصوفیہ از شیخ عبدالرحمن سلمی، حلیة الاولیا از ابو

نعیم اصفہانی، الرسالۃ القشیریۃ از امام قشیری کشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان ہجویری مدفون لاہور، تذکرۃ الاولیاء از شیخ فرید الدین عطار، عوارف المعارف از شیخ سہروردی، فوائد الفواد ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاء، خیر المجالس ملفوظات شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی وغیرہ کے صفحے کے صفحے الٹ جایئے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملاً بھی کتاب و سنت کی تلقین ملے گی، اور معتمد طور پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اکابر صوفیاء کے مجاہدات، ریاضات اور مراقبات کی اساس و بنیاد قرآن وحدیث کی تعلیمات ہی ہیں، اور ان کی پاکیزہ زندگیاں اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔

اسلامی تعلیمات میں محبت الٰہی، مکارم اخلاق اور خدمت خلق کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، تصوف کی تعلیمات بھی انھیں ارکانِ ثلثہ پر مبنی ہیں، تاریخی شواہد کی بنیاد پر بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرات صوفیاء ہی نے اپنی عملی جدوجہد کے ذریعہ ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی وروحانی نظام کو زندہ رکھا، صوفیاء سے بڑھ کر تبلیغ اور تعمیرِ سیرت کا فریضہ کسی جماعت نے انجام نہیں دیا، متکلمین، معتزلہ اور حکماء نے صرف دماغ کی آبیاری کی جب کہ صوفیاء نے دماغ کے ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کی اہم ترین خدمت بھی انجام دی اور یہ بات کسی بیان و تشریح کی محتاج نہیں ہے کہ اسلام میں اصلی چیز دل ہے نہ کہ دماغ اگر دل فاسد ہو جائے تو دماغ کا فاسد ہو جانا یقینی ہے، چناں چہ نبی صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب“ انسان کے جسم میں ایک عضو ہے اگر وہ صالح ہو جائے تو سارا جسم صالح ہو جائے اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جائے، آگاہ ہو جاؤ وہ قلب ہے۔

حضرات علمائے کرام نے علمی و نظری دلائل سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا جب کہ حضرات صوفیاء نے اپنے اعمال و اخلاق اور سیرت و کردار سے اسلام کی صداقت کو مبرہن اور آشکارا کیا، اس لیے تصوف یا طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں تصوف اسلام کا عطر اور اس کی روح ہے، لیکن کوئی انسانی تحریک خواہ وہ کتنی اچھی کیوں نہ ہو جب افراط و تفریط عمل ورد عمل کا بازیچہ بنتی ہے تو اس کی شکل مسخ ہوئے بغیر نہیں رہتی، چناں چہ متکلمین نے اسلام کو یونانی فلسفہ کی زد سے بچانے میں بڑی قابلِ قدر خدمت انجام دی ہیں، لیکن آگے چل کر جب علم کلام کو شکوک و شبہات پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیا گیا تو یہی علم کلام مسلمانوں میں ذہنی انتشار برپا کرنے کا سبب بن گیا، یہی حال تصوف کا بھی ہوا کہ تصوف کی ہمہ گیر مقبولیت اور ہر دلعزیزی دیکھ کر جاہل یا نقلی ارباب غرض صوفیوں کے بھیس میں اس جماعت صوفیہ صافیہ میں درآئے اور اپنی مقصد برآری کے لیے شریعت و طریقت میں تفریق کا نظریہ شائع کر دیا، مجاز پرستی، قبر پرستی، نغمہ و سرود کو روحانی ترقی کا لازمی جزو بنادیا اور دنیا پرستی سے گریز کو رہبانیت کی شکل دیدی مگر ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ محققین صوفیا نے ہمیشہ ان گمراہیوں کے خلاف آواز بلند کی ہے، اور ان فاسد عناصر کو تصوف سے خارج کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔

پھر قرون اولی کے درمیانے دور کے اندر مسلمانوں کے اندر مکمل اسلامی ریاست نہ ہونے کے باوجود تخصص اور علم وحکمت اور روحانیت کے ایسے آفتاب نمایاں ہوئے کہ شریعت محمدیہ ﷺ کی شاخوں کے آگے ذیلی شاخیں بنا کر عوام الناس کے مزاج وحالات کے مطابق دینِ اسلام کو عام فہم اور آسان بنا کر پیش کیا گیا اور اسی اُصول کے مطابق تصوف کو مزید ذیلی سلاسل اور

شاخوں میں تقسیم کیا گیا جو کہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن ان کے بنیادی سلاسل چار ہی ٹھہرے ہیں یعنی نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ۔

سلسلہ کے معنی و مفہوم

کسی بھی لفظ یا اصطلاح کا معنی و مفہوم معلوم کرنے کے لیے یا اُس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے یا اُس کی وجہ تسمیہ معلوم کرنے کے لیے اُس لفظ کے لغوی و اصطلاحی معنی کا جاننا ضروری ہوتا ہے لہٰذا ہم سب سے پہلے سلسلہ کے لغوی و اصطلاحی معانی جاننے کی کوشش کریں گے۔

سلسلہ کے لغوی معنی

المنجد میں سلسلہ کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

"سلسلةالشييء بالشييء، اوصل به هومنه سلسل فلان الى فلان اى اوصله بالنسبة اليه، والسلسلةجمع سلاسل، لدائرةمن حديدتتصل اجزاءهااوحلقاتهابعضها ببعض [7]

ایک شیء کا دوسری شیء سے جڑا ہوا ہونا اور اسی طرح ایک فرد کا دوسرے فرد سے کسی خاص نسبت کی بنا سے ملا ہوا ہونا، اسی کی جمع سلاسل آتی ہے۔ اور اسی طرح لوہے کے ایک حلقہ کا دوسرے حلقہ سے جڑا ہوا ہونا زنجیر کہلاتا ہے۔

المعجم الوسیط میں ہے:

"السلسلة اى حلقات ونحوه يتصل بعضها ببعض و يعبر بها عن الاشياء المتتابعة فيقال سلسلة مقالات فلان و منه المسلسل من الاحاديث (ماتتابع فيه الرواة الى رسول الله ﷺ على حال واحدة كان يقال كل منهم حدثنى فلان وهو يتبسم [8]

سلسلہ ایسے حلقات کے لیے بولا جاتا ہے جو بعض بعض سے ملے ہوئے ہوں اور اس سے وہ اشیاء بھی مراد لی جا سکتی ہیں جن میں تواتر اور تتابع کی کیفیت پائی جا رہی ہو جیسے فلاں کے مقالات کا سلسلہ، اور اسی طرح حدیث مسلسل وہ ہوتی ہے جس میں ہر راوی ایک خاص حالت اور کیفیت میں حدیث روایت کرے جیسے ہر راوی یوں کہے کہ فلاں نے مجھے حدیث بیان کی اور وہ مسکرا رہے تھے۔

اور طریقۃ کا لفظ بھی سلسلہ کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ المنجد میں اس کا معانی یوں بیان کیا گیا ہے۔

" الطريقةاى السيرة، الحالةوالمذهب وفى التنزيل العزيز فى قصةفرعون (وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَى)"۔ [9]

"ويقال طريقةالتفكيروطريقةالمثلٰى" [10]

اور کہا جاتا ہے تفکیر اور مثلی کا طریقہ۔

طریقہ کا مفہوم سیرت، حالت و کیفیت، مذہب، طرز و طریقہ، سوچنے کا انداز یعنی طرز فکر، مثالی طریقہ، اور مثالی و شاندار مذہب و مسلک کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

قرآن میں سلسلے کی بہترین تشریح قرآن کی ابواب بندی میں ہے کہ اسکو خوبصورت 7 منازل اور 30 پاروں میں سلسلہ بندی کیا گیا ہے اور 6،666 آیات کا خوبصورت سلسلہ کو مزید مزین کرتا ہے اسی طرح حدیث شریف میں محدثین نے سلسلال بنا کر بخاری، مسلم، ترمذی اور ابنِ ماجہ کی صورت میں مزین کر کے اس کے حُسن کو چار چاند لگائے ہیں، پھر احادیث کی کتابوں میں ابواب بندی قائم کی گئی ہے قائم کی گئی ہے۔

سلسلہ کے اصطلاحی معانی و مفاہم

"السلسة والطريقة لدى الصوفية عبارة عن مقررات ذكرية على طراز المقررات الدراسية تتخذللحصول على تزكية النفس واصلاح القلب"۔ (11)

دل کی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے مخصوص وظائف و اوراد کا ذکر کرنا صوفیاء کے نزدیک طریقہ و سلسلہ کہلاتا ہے۔

اسی طرح اسلامی انسائکلوپیڈیا میں ہے:

عبادت و ریاضت پر مواظبت کرتے ہوئے مخصوص اوراد و وظائف اختیار کرنا جن کے ذکر سے دل کی اصلاح اور روح کو پاکیزگی نصیب ہو اور نفس محبت دنیا اور اسکی ملذات سے پاک ہو جائے۔ صوفیاء کے نزدیک طریقہ و سلسلہ کہلاتا ہے۔ (12)

اصطلاحی معانی کے مطابق سلسلہ سے مراد کسی بھی چیز کو ایک زنجیر یعنی تسلسل کو سلسلہ کہا جاتا ہے۔ اس کو بالکل آسان لفظوں میں کہا جائے تو یونٹ کہا جاتا ہے۔ مزید آسانی سے سمجھنے کیلئے ہم اس کو برانچ یا شاخ بھی کہہ سکتے ہیں۔

تصوف کی اصطلاح میں سلسلہ سے مراد بارگاہِ نبوت ﷺ کے عظیم الشان فیض کو اک مخصوص طریقہ کار سے لوگوں کو منتقل کرنے کو سلسلہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات جامع الصفات تھی اور کائنات ہی نہیں بلکہ عالمین کے تمام کمالات حضور نبی کریم ﷺ کی ذات والاصفات میں کمال درجے تک موجود تھے۔ حضور اکرم کی انہی صفات کو امت کے اندر تقسیم کر دیا گیا۔ اس کا عملی مظاہرہ یوں سامنے آیا کہ جس نے جہاد کے میدان میں قدم جمائے وہ عظیم الشان مجاہد بن گیا، جس نے علم کے میدان کو سنبھالا وہ عالم بن گیا اور پھر علم کی برانچز میں تخصص کرنے والے اپنے اپنے علوم کے ماہر بن گئے کوئی فلسفی بنا تو کوئی متکلم، کوئی لغت کا عالم بنا تو کوئی قراءت کا اُستاد بن گیا۔ غرضیکہ ہم یہ بات بہت ہی فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے ہر موضوع کے اندر اتنی وسعت اور گہرائی ہے کہ ہر موضوع پر تخصص کرنے کے لیے انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن وہ موضوع ابھی جاری ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں حضور ﷺ کی ذات کیلئے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾(13)

کا لفظ استعمال کیا گیا یعنی جس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ تطہیر قلب و باطن کے ماہر اول ٹھہرے اور صوفیاء کے بقول اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اس نصف ایمان سے مراد صرف ظاہری جسم کے ساتھ ساتھ قلب و باطن اور اذہان کی پاکی بھی ایمان کا حصہ ہے اس صفائی کے بعد اسلام کے دیگر اوامر و نہی کو پورا کرنے والا کامل مسلمان ٹھہرتا ہے۔ پس اس باطنی صفائی کو بنیاد بنا کر کام کرنے والے صوفی کہلاتے ہیں اور ان کی فیلڈ کو تصوف کہا جاتا ہے۔

اب یہ بھی اسلام کا حُسن ہے کہ اسلام نے انسانی مزاج کو سمجھتے ہوئے ہر اسلامی پہلو کو ادا کرنے کے لئے مختلف راستے متعین کیے ہیں تاکہ ہر انسان اپنے مزاج کے مطابق آسانی کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے کیونکہ اسلام آسانی عطا کرتا ہے اور شریعتِ اسلامیہ کا اُصول ہے کہ دو راستوں میں آسانی کا راستہ اپنانا عقلمندی کہلاتا ہے۔ اسلام نے اس مزاج کو اتنا عام کیا کہ نماز جیسے بنیادی فرض میں بھی منزل اک رکھی لیکن طریقہ کار کیلئے لوگوں کو آسانی عطا کر دی کہ کوئی ہاتھ باندھ کر پڑھے، کوئی پگڑھی باندھ کر پڑھے غرضیکہ جس نے جتنے اخلاص کے ساتھ نماز ادا کی اُس کا درجہ اتنا ہی زیادہ بلند ہے، کیونکہ اسلام کے مزاج میں اور اسلام کے نظامِ احتساب میں اعمال کو گِنا نہیں جاتا بلکہ تولا جاتا ہے۔

یعنی اسلام تعداد کو نہیں اخلاص کو اہمیت دیتا ہے۔ اسی اصول کے تحت تصوف کے سلاسل قائم ہوئے۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ قلب و باطن کی صفائی اور رب اور رب کے حبیب ﷺ کی رضا لیکن طریقہ کار اور منزل تک پہنچنے کے مختلف طریقے اپنائے گئے تاکہ لوگ اپنے اپنے مزاج کے مطابق استفادہ کر سکیں۔

ہم اگر دنیاوی زندگی کے حقائق کی طرف دیکھیں تو آج کی جدید دنیا میں وہی ملک زیادہ کامیاب ہیں جو ہر فیلڈ میں زیادہ سے زیادہ تحقیق کرتے ہیں اس کے بغیر ترقی ممکن ہی نہیں رہی حتیٰ کہ موجودہ دور میں دائیں آنکھ کا ڈاکٹر اور بائیں آنکھ کا ڈاکٹر الگ سے تخصص یعنی کر رہا ہے۔ پاکستان میں دیگر اداروں کی نسبت افواجِ پاکستان زیادہ منظم ہیں اُن کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے اپنے فیلڈ کی یونٹس قائم کر لی ہیں یعنی آرمی، نیوی، ائر فورس اور اُس کے بعد آرمی کے ادارے مختلف یونٹس، رینجرز، پنجاب رجمنٹ، سندھ رجمنٹ فرنٹئیر رجمنٹ وغیرہ وغیرہ ان سب یونٹس اور بٹالین میں افراد کو اُن کے مزاج اور قابلیت کے مطابق بھیجا جاتا ہے اور وہ بہت اچھا رزلٹ دے رہے ہیں کاش ہمارے جمہوری اداروں میں بھی تخصص کا رجحان پیدا ہو جائے، فوج کی منزل تو پاکستان کا دفاع ہے لیکن ہر یونٹ اپنے اپنے انداز اور طریقہ کار کے مطابق کام کر رہی ہے لیکن منزل سب کی دفاعِ پاکستان ہے بالکل اسی طرح صوفیاء کے سب سلاسل کا طریقہ کار مختلف ہے لیکن سب کی منزل رضا رب و مصطفیٰ ﷺ ہے اور اسلام کی سربلندی کا نصب العین ہے۔ تصوف کے چار بنیادی سلاسل ٹھہرے یعنی سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ سہروردیہ اور ان کی ذیلی شاخیں ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

تمام سلاسل صوفیا ہی حقیقت میں اسلامی تصوف کے مختلف صوفیانہ انداز ٹھہرے ہیں۔ ان صوفیانہ انداز میں کسی نے جمال

مصطفیٰ ﷺ سے اور کسی نے جلالِ مصطفیٰ ﷺ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے مخلوق کو اپنے خالق سے ملایا۔ بار گارانِ مقبول رسالت ﷺ کے ان صوفیا کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ بارگاہِ رسالت کے قول و فعل کو من و عن اسی انداز کے ساتھ مخلوق تک پہنچایا۔ ان صوفیانہ افکار میں نیت کی اتنی زیادہ چاشنی موجود تھی جس کی وجہ سے عوام کی اکثریت صوفیا کرام سے عقیدت و محبت رکھتی تھی۔ اور ہر وقت کے بادشاہ اپنے علاوہ کسی اور کے ساتھ مخلوق کی انتہائی محبت و عقیدت کو ناپسند کرتے تھے۔ لہذا بادشاہوں نے صوفیا کے ساتھ منسلک عوامی طاقت کو اپنے لیے بڑا خطرہ سمجھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مادی نشے میں چور دنیاوی بادشاہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے خانقاہی مخلصین کو مختلف انداز میں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ کاملین صوفیا کرام نے بھی مخلوق کو خالق کے ساتھ ملانے کے لیے مختلف حسن تدابیر اختیار فرمائیں۔ اور حسن تدابیر ہی ان کا صوفیانہ انداز ٹھہرا۔ بعض صوفیا نے بادشاہوں کے ساتھ اپنے مراسم قائم کر کے دین کی تبلیغ کی حکمت اپنائی۔ بعض صوفیا نے جہاد کے میدانوں میں نمایاں کردار ادا کرتے ہوئے اسلام کا علم بلند کیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ سینٹرل ایشیا میں روس کے سخت کمیونسٹ انقلاب نے جب اسلام کو مکمل کچل کر رکھ دیا اس وقت صوفیا کرام نے ظاہر کے بجائے باطن پر توجہ مرکوز کی اور مراقبہ کے ذریعے دلوں میں توحید و رسالت کا جوت لگائے رکھا۔ اور پھر اس مراقبہ کا یہ اثر ہوا کہ صدی گزرنے کے بعد جب روس کا کمیونسٹ نظام ٹوٹا تو سینٹرل ایشیا کی تمام ریاستوں میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

اسلامی تصوف کے مختلف صوفیانہ انداز درج ذیل ہیں:

معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں صوفیاء کے انداز

خانقاہی نظام نے بے شمار انسانوں کو متاثر کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس زاویہ فکر نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف معاشروں کو متاثر کیا اور اس حد تک مقبولیت حاصل کی کہ عوام و خاص کے اذہان کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو بدلنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ معاشرے میں رواداری، مساوات، خدمت خلق، عفو درگزر، شفقت، دل جوئی اور دلداری جیسا ماحول پیدا کیا۔

اجتماعی معاشرتی زندگی پر صوفیاء کے انہی اثرات کا جائزہ ڈاکٹر ظہور الحسن اس طرح لیتے ہیں۔ "صوفیاء کے قانون حیات کے تمام باب اور ہر باب کی دفعات کا مقصد و منشاء ایک ایسے سماج کی تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات و خوبیوں کو ممتاز اور نمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت انسانیت، خدمت، ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم و رضا کی بالادستی کارفرما نظر آتی ہو"۔[14] آیئے ہم صوفیاء کی زندگی میں ان اعلیٰ اقدار کے عمل دخل کا جائزہ لیتے ہیں۔

حسن اخلاق کا صوفیانہ انداز

اسلام وہ مذہب ہے جس کے پیغمبر کے اسوہ حسنہ کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [(15)] یعنی اے پیغمبر! بیشک ہم نے آپ کو خلق عظیم کے بلند مرتبے پر فائز فرمایا ہے۔

مذکورہ آیت کی تشریح حضرت عائشہ کے قول مبارک سے ہوتی ہے جب آپ سے کسی نے نبی کریم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ؟

حسن اخلاق کے بارے میں بالعموم لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حسن اخلاق خندہ پیشانی اور نرم و شیریں گفتگو کرنے کا نام ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حسن اخلاق، حقوق العباد کو پورا کرنے، اللہ کے بندوں کی ہمدردی و خیر خواہی، مخلوق کی نفع رسانی، خود بھوکے اور پیاسے رہنا اور دوسروں کو پہننے اور کھانے کے لیے دینا اور معاشرے میں کم مرتبہ لوگوں کی عزت کرنا حسن اخلاق ہے۔

صوفیاء کے پاس سب سے بڑا طاقت ور اور مؤثر ہتھیار یہی تیغ اخلاق تھی، یہی نرمی، خود غرضی سے پاک، مخلوقِ خدا سے محبت، سچی ہمدردی اور ہر ایک کے لیے دلسوزی اور غم خواری تھی جس کے ذریعے وہ لوگوں کے دلوں کو مسخر اور متاثر کر گئے۔ ان کی خانقاہوں میں جو غریب، نادار، مصیبت زدہ اور مظلوم انسان آتے تھے، ان کی ڈھارس بندھتی تھی اور ان کے زخموں پر مرہم لگتا تھا۔[(16)] یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے زخموں کو مندمل کرنے میں صوفیاء نے جو خدمات سر انجام دیں اس کی بنا پر عوام و حکام نے انہیں احترام کی نظر سے دیکھا۔[(17)] اور انہوں نے برصغیر میں اسی حسن خلق کی بنا پر غیر مسلموں کے دل جیت لیے۔ صوفیاء کی خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ و گدا، چھوٹے اور بڑے، امیر و غریب سبھی بلا امتیاز یکساں حاضر ہوتے تھے۔ صوفیاء ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور ہر طرح سے ان کے کام آتے تھے۔

ڈاکٹر روبینہ ترین صوفیاء کی ہندوستان میں انہی کوششوں کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتی ہیں: "ایسا معاشرہ جہاں رسم ورواج کی بھرمار، ذات پات کی تمیز، نخوت و تکبر کے جاہلانہ تصورات بام عروج تک جا پہنچے ہوئے تھے یہاں تک کہ ایک ہی جگہ رہتے ہوئے ایک دوسرے کو ملنے سے کترانے والے لوگ، انہی مشائخ کی کوششوں سے پیار و محبت، اخوت و یگانگت، مساوات و رواداری اور اتحاد و یکجہتی کی عملی تصویر بن گئے۔ خانقاہوں کی تعلیم و تربیت کا بنیادی مقصد ہی معاشرے کے تمام افراد کو آپس میں مل جل کر رہنے کی ترغیب دینا اور عالمِ اسلام کو وحدت و یگانگت کی لڑی میں پرونا تھا"۔[(18)]

خدمتِ خلق کا صوفیانہ انداز

مخلوق کی خدمت کرنا، ان کے کام آنا، ان کے مصائب و آلام کو دور کرنا ان کے ساتھ ہمدردی و غم خواری کرنے اور شفقت سے پیش آنے پر دین اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ امت مسلمہ کا المیہ ہے کہ اس نے فرض عبادت کی بجا آوری ہی کو عبادات کا حدود اربعہ سمجھ رکھا ہے اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کو دین کے دائرے سے نکال دیا ہے۔ حالانکہ ایمانیات اور فرض عبادات کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے جبکہ معاملات و اخلاقیات کا تعلق معاشرے اور پوری ملت سے ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام کی ساری عمارت انہی ستونوں پر کھڑی ہے۔

اس بات میں کوئی شک و شبے کی گنجائش نہیں کہ عبادات اطاعتِ الٰہی کا نام ہیں اور اطاعتِ الٰہی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں، پھر ان دونوں میں سے حقوق العباد کی زیادہ اہمیت ہے، لہٰذا صوفیاء نے حقوق العباد کا بہت خیال رکھا ہے، اگر صوفیاء کے ملفوظات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ایسی بہت ساری مثالیں مل جائیں گی کہ انہوں نے عام انسانوں، فقیروں اور

مسکینوں کے دکھ درد کو بانٹا ہے۔(19)

اسلامی اصلاح و یکجہتی کے لیے صوفیانہ انداز

ہندوستان میں صحت مند اور صاحب ضمیر معاشرے کی تعمیر میں بے غرض خادمانِ خلق (مشائخ)، بے لوث مصلحین اور معلمین اخلاق کا سب سے بڑا اور مرکزی حصہ ہے۔ ڈاکٹر روبینہ ترین کے خیال میں صوفیاء نے برصغیر کے لوگوں کی مذہبی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ عوارف المعارف میں خانقاہوں کی سماجی زندگی کو اسطرح بیان کیا گیا ہے۔

(فهم فى الرباط كجسد واحد بقلوب متفقة و عزائم متحدة ولا يو جد هٰذا فى غيرهم من الطوائف)-(20)

ترجمہ: "پس وہ خانقاہوں میں ایسے ہیں گویا جسد واحد ہو اور ان کے قلوب متفق اور عزم متحد ہیں اور یہ چیز ان کے علاوہ کسی گروہ میں نہیں پائی جاتی"۔

صوفیاء نے صالح معاشرے کے قیام کے لیتے بے پناہ کوششیں کیں۔ انہوں نے عالمگیر اخوت، مساوات اور بھائی چارے کا سبق دیا اور اختلاف و تفریق کو ہوا دینے کی بجائے خلوص، دردمندی، محبت اور مودت کے بے شمار روشن نمونے چھوڑے۔

اعلائے کلمۃ اللہ اور صوفیانہ انداز

بسا اوقات ان خانقاہ نشینوں نے مطلق العنان سلاطین اور جابر بادشاہوں کے غلط اور خطرناک رجحانات اور بے اعتدالیوں کا مقابلہ کیا، ان کے منہ پر کلمہ حق کہہ کر اور ان سے اختلاف ظاہر کرکے حکومت اور معاشرے کو بعض خطرناک نتائج اور تباہی سے بچا لیا اور ان کی تربیت اور انکی عملی مثالوں نے لوگوں میں ہمت اور حوصلہ، بے خوفی اور شجاعت پیدا کی۔(21)

ہندوستان میں اکبر کے دور میں ساری سلطنت کا رخ الحاد اور لادینیت کی طرف ہو گیا تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ ایک وسیع طاقت اور سلطنت کے پورے وسائل کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا۔ اسے وقت کے لائق ترین اور ذہین ترین افراد اس مقصد کی تکمیل کے لیے حاصل تھے۔ ایسے دور میں ایک درویش شیخ احمد سرہندی نے تن تنہا اس انقلاب کا بیڑا اٹھایا اور اپنے یقین وایمان، عزم و توکل اور للٰہیت سے سلطنت کے اندر ایک ایسا اندرونی انقلاب شروع کر دیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین اپنے پیش رو سے بہتر ہونے لگا یہاں تک کہ اکبر کے تخت پر بالآخر محی الدین اورنگ زیب جیسا حکمران نظر آیا۔(22)

خلیق احمد نظامی فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہبی تذکرے اور تاریخی کتابیں اگر کسی حد تک قابل اعتبار ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ انہیں معتبر نہ سمجھا جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ انہی بزرگوں نے مسلمان فرمانرواؤں کو اسلام کے احکام کو مکمل طور پر فراموش کر دینے سے روکا۔(23)

ابو الحسن ندوی کے خیال میں ان کے اعلائے کلمۃ اللہ کی وجہ بادشاہوں کے تحائف سے اعراض تھا۔ ان صوفیاء کرام نے سلطنت کے عہدوں، امراء اور اہل دولت کی گراں قدر پیش کشوں اور زمین و جائیداد کے قبول کرنے سے اکثر پرہیز کیا اور زہد و استغناء، قناعت و توکل اور خودداری کی روایات قائم رکھیں۔(24)

حکمرانوں سے روابط اور ان کی اصلاح کا صوفیانہ انداز

مشائخ نے مختلف ادوار میں حکمرانوں سے گہرے روابط بھی رکھے۔ ان بزرگان دین کے مقاصد جلیل القدر بے لوث اور انسانیت پرور تھے۔ اس لیے شاہان دہلی اور ارباب امارت و اقتدار کی نگاہوں میں ان کی بہت زیادہ قدر و منزلت تھی۔ [25]

حاصل بحث

گردش لیل و نہار نے جہاں اور بہت سے اسلامی تصورات کو پراگندہ کیا ہے۔ وہیں اس نے اپنی فطری تاریخی ستم ظریفی سے کام لیتے ہوئے تصوف جیسے خالص اور اہم اسلامی موضوع کو بھی متنازع مسائل کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ اس میں لازماً قصور حاملین تصوف کا بھی ہے مگر بڑی وجہ مسلمانوں کی فطری سہل انگیزی اور تحقیق جیسی دقیق راہ سے فرار جبکہ وقتی معلومات پر قانع ہو جانے والی ذہنیت کا بھی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم تصوف جیسے اہم مضمون پر تاریخ کی ستم زدگیوں کی نشاندہی کرتے اور اسلام کا دفاع کرتے ہوئے مستشرقین کی فطری چابک دستیوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کا قلع قمع کرتے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہم ایسا نہ کر سکے اور الٹا اپنی کج فہمی کے باعث تصور تصوف کے ہی خلاف ہو گئے اور نتیجتاً تصوف کی بنیاد کا رشتہ یونانی، ایرانی اور ہندوستانی تہذیبوں کے آثار میں تلاشنے لگے۔ چنانچہ بعض کے نزدیک تصوف میں فلسفہ یونانی، ترک دنیا ایرانی اور جوگیانہ پن ہندوستانی تہذیب سے درآمد شدہ ہے۔ لیکن عرض ہے کہ اس مفروضے کا حقیقت سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں، جبکہ اس اعتراض کی دو بنیادی حیثیتیں ہیں پہلی حیثیت میں یہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جو کہ تصوف کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور اس کے ڈانڈے مینڈے کہیں اور تلاش کرتے پھرتے ہیں جبکہ دوسری حیثیت ان لوگوں کی ہے کہ جنھوں نے پہلی قسم کے افراد کی سطحی تحقیق پر آنکھیں بند کر اعتماد کر لیا ہے اور یہ یقین کر بیٹھے کہ واقعی تصوف اسلام یا شریعت سے الگ ہٹ کر کوئی لائحہ عمل ہے۔

حقیقت میں یہ دونوں طبقات ہی حقائق سے نابلد و ناآشنا ہیں۔ پہلا تو سرے سے تصوف کو مانتا ہی نہیں جبکہ دوسرا مانتا تو ہے مگر اس کا ماخذ بیرونی ہونے کا قائل ہے لہٰذا حقیقتِ تصوف کو جانتا نہیں۔ لیکن ان میں ایک تیسرا فریق بھی ہے جو کہ اصل تصوف کا قائل ہے اور یہ اچھے سے بخوبی جانتا ہے کہ تصوف نہ تو دین سے ہٹ کر کوئی الگ شاہراہ ہے اور نہ ہی شریعت کے علاوہ کوئی اور سلک وراہ۔ بلکہ تصوف شریعت کے احکامات کو نہایت خلوص اور نیک نیتی سے بجالانے کا نام ہے۔ یہ درست ہے کہ موجودہ دور میں لوگوں کی اکثریت نے تصوف کے نام پر اپنی اپنی دکانداری چمکار کھی ہے اور فریب نفس میں آکر تصوف و دین کے نام پر شب و روز دنیاوی مال و متاع کی حرص و ہوس کو حرز جاں بنا رکھا ہے اور سادہ لوح عوام کہ جن کی اکثریت دینی علوم و فنون کی ابجد سے بھی بے بہرہ ہوتی ہے کو لوٹنے اور ان کے ایمان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرما رہے۔ مگر اس سب کا مطلب یہ ہرگز بھی نہیں کہ ان لوگوں کی بدنیتی اور کور باطنی کے پیش نظر تصوف جو کہ خالصتاً اسلامی نظریہ ہے اور تقرب الی اللہ اور دین کو اللہ ہی کے لیے خاص کرنے کا اہم ذریعہ ہے، ہم اس کو غیر اسلامی، سفسطہ اور نجانے کیا کیا نام دیکر اس کی اصل حقیقت کا انکار کر بیٹھیں۔

حقیقت میں صوفیائے کرام نے شاندار علمی دینی اور تبلیغی افکار کے ذریعے اسلام کے چمن کی آبیاری کی۔ علم کے حوالے سے وحی الٰہی اور انسانی عقل دونوں علوم کو بھرپور طریقے سے عوام تک پہنچایا گیا۔ عبادات کی اہمیت سے لوگوں کو روشناس

کروایا گیا۔ معاشرتی زندگی میں رواداری مساوات اور خدمت خلق جیسے اصولوں سے اسلامی معاشرے کو چار چاند لگائے۔ مختصرا یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تصوف میں مختلف صوفیانہ افکار نے دین ودنیا کے تمام مثبت پہلو کو اجاگر کیا ہے اور ہر قسم کے منفی راستوں سے عوام کو روکا ہے۔

حواشی

1 سورۃ البقرۃ: 129/2
Surah Al Baqarah: 129/2

2 کشف المحجوب، سید علی بن عثمان ہجویری، مترجم ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، مکتبہ، شمس وقمر لاہور، فروری ۲۰۱۲ء، ص:۸۶
Kashf ul Mahjoub, Syed Ali Bin Usman Hajwarie, Motarjim Abu ul Hasanat Syed Muhammad Ahmed Qadri, Maktba Shamas O Qumar, Lahore, February 2012, 86

3 حضرت مخدوم علی ہجویری اور تصوف، رانا غلام سرور، پروگریسو بکس لاہور، ص ۳۳
Hazrat Mukhdom Ali Hajwari owr Tasawwuf, Rana Ghulam Sarwar, Progresssive Books, Lahore 33

4. سورۃ القلم: ۶۸:۴
Surah Al Qalam: 68/4

5۔ الفرقان، 25 : 63
Alfurqan 63:25

6۔ الرسالہ القشیریہ، ابو القاسم القشیری ص ۲۱۲
Arrisala Al Qusharia, Abul Qasim Al Qushari, 212

7۔ المنجد، لویس معلوف، (مترجم مولانا عبد الحفیظ، بلیلاوی،) افضل شریف پرنٹرز، لاہور، ص342
Almunjad, Lawius Malouf, (Motrajam Molana Abdul hafeez Balyari), Afzal Sherif Prineters Lahore, 342

8۔ المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ، الناشر دار الدعوۃ، باب السین، ص: 1/443
Almojum Awasit, Mojuam ul Laghata Alarabia Balqira, Anshar Wadawat, bab Alseen, 443/1

9۔ سورۃ طہ: 63/20
Surah Taha : 63/20

10۔ المنجد، ص: 425
Almunjad :425

11۔ سید نور بن سید علی، التصوف الشرعی، ص23، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان الطبعۃ الاولی (1421ھ-2000ء)
Syed Noor Bin Syed Ali, Atswaf Sharei, 23, darat ul Khatab Alhamia, Barut, Labnan Al Taba Al Oola (1421h, 2000e)

12۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مولوی محبوب عالم، ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، ج 1، ص: 553۔
Islami Insaiclopedia, Molvi Mahboob Aalam, Nashran W Tajran Khatab, Urdu Bazar Lahore, J-1, -553

13۔ سورۃ البقرۃ: ۱۲۹/۲
Surah Al Baqarah: 129/2

14۔ تذکرہ اولیاء ہند، مولوی رحمان علی، پاکستان ہسٹریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۰، ص:۹
Tazkra Oolya e Hind, Molvi Rehman Ali, Pakitsan Hastrical Sociatey Karachi, 1960, 9

15۔ سورۃ القلم:68/4
Surah Al Qalam : 68/4

16۔ صوفیاء اور حسن اخلاق، قاضی جاوید، نگارشات، لاہور، ۱۹۸۴، ص:۹۹۔
Sofia aur Housan E Akhlaq, Nagarshat, Lahore, 1984, 99

17۔ عصر جدید اور مسائل تصوف، احمد سعید ہمدانی، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۳، ص:۱۰۰۔
Asar e Jadeed awr Mashial Taswaf, Ahmed Sayed Hamdani, Sang E Maheel Publicationer, Lahore 2003, 100

18۔ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ، ڈاکٹر روبینہ ترین، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۸۹، ص:۴۰۔
Multan ki Adabi Wa Tahzebi Zendagi main Sofia ka kirdar, Doctor Robina Tatreen, Becon Books, Multan, 1989, 40

19۔ مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، اشفاق احمد خان، زاویہ پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۲، ص:۴۰
Mazhab, Mulsaman Awr Scholarizm, Ishfaq Ahmed Khan, Zawia Publicationer, Lahore, 2002, 40

20۔ عوارف المعارف، ص۱۱۱
Awarf Ul Maarif, 111

21۔ تزکیہ واحسان، ابوالحسن ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۵، ص:۱۰۳
Tazkia wa Ihsan, Abul Hassan Nadavi, Majlis Nashriat Islam, Karachi, 1995, 103

22۔ تصوف کیا ہے؟ علامہ طیب اوکوڑی، الخیر پبلیکیشنز، نوشہرہ، ۱۹۸۹، ص:۱۱۵
Tasawwuf kia Ha ? Allama Thayab Akwari, Alkhir Pulicationer, Noswera, 1989, 115

23۔ تاریخ مشائخ چشت، خلیق نظامی، ص:۱۰۷۔۱۰۸
Tarikh Mashaeikh Chisht, Khaliq Nazami, 107,108

24۔ تزکیہ واحسان، ابوالحسن ندوی، ص:۱۰۳
Tazkia O Ihsaan, Abu ul Hassan Nadwai, 103

25۔ تاریخ پاک وہند، افتخار احمد، مکتبہ اسلامی، کراچی، ۱۹۹۳، ص:۳۵۰۔
Thareekh Pak O Hind, Iftkhar Ahmed, Maktaba Islamai, Karachi, 1993, 350